

بارکھانی۔۔ ایک تاثر

کثیر لسانی معاشرت میں کسی ایک زبان کو کس طور اقتداری حیثیت حاصل ہوتی اور وہ اپنی اس حیثیت کو باور کرانے اور مستحکم کرنے کے مسلسل عمل میں کس طور دوسری زبانوں کو محکوم بناتی چلی جاتی ہے اور رفتہ رفتہ محکوم زبانیں کس طور مقتدر زبان کے مقابلے میں اپنے تشخص ہی کی حفاظت میں اپنی ساری قوت صرف کرنے لگتی ہیں۔۔۔ پنجاب کی کثیر لسانی معاشرت اس امر کی ایک اہم مثال ہے۔ زبانوں کو طاقت کا ملنا اور غلامی کا شکار ہونا فطری نہیں 'تاریخی' عمل ہوتا ہے اور انسانی معاشروں کی تاریخ الوہی قوت کے ہاتھوں نہیں، انسانی طاقتوں اور ان کے مخصوص مفادات کے ذریعے تشکیل پاتی ہے۔ لہذا پنجاب میں اس خطے کی اپنی زبان پنجابی، اپنے تشخص کی حفاظت اور بقا کی جس جنگ میں مصروف ہے، وہ بعض تاریخی عوامل (جو ناگزیر ہرگز نہیں تھے) کی پیدا کردہ ہے۔ ان تاریخی عوامل کا شعور، جنگ کو محض جبلی رد عمل نہیں رہنے دیتا، اسے بامعنی بناتا ہے۔ یعنی مقتدر تاریخی قوتوں کے اثر و نفوذ کو کم کرتا ہے اور ان کے مقابل محکوم ثقافت کی اصل اور طاقت کا انکشاف کرتا ہے۔ 'بارکھانی' پنجاب کی لسانی صورت حال کے گہرے تاریخی ادراک کا 'ثمر شیریں' ہے۔ یہ کتاب حملہ آوروں کے ہاتھوں پنجاب کو ملنے والے زخموں کا نوحہ ہے، نہ خود پنجابی حکمرانوں کی بے حسی و لائقیت پر احتجاج ہے، بلکہ روایتی باہا کار سے کہیں آگے اور اس برتر عمل کی مثال ہے، جو شکوہ ظلمتِ شب کے بجائے اپنے حصے کا دیا جلانے میں یقین رکھتا ہے اور دیا بھی ایسا جو پنجاب کی ثقافتی تاریخ کے ان گوشوں کو روشن کر رہا ہے، جو ابھی تک اوجھل تھے اور جنہیں پنجابی ثقافت کا اندر کا آدمی ہی روشن کر سکتا تھا۔

ڈاکٹر سعید بھٹا، پنجابی ادبیات کے استاد، ممتاز دانش ور، نقاد اور محقق ہیں۔ وہ ان پنجابی دانشوروں سے قطعی مختلف ہیں، جو پنجابی کی عظمتِ رفتہ کے ولولہ انگیز نعرے بلند کرنے ہی

کو، پنجابی کی سب سے بڑی خدمت قرار دیتے ہیں۔ سعید بھٹا نے وسیع اور متنوع تاریخی مطالعے کے بعد پنجابی زبان، ثقافت اور ادبیات کی عظمتِ گم گشتہ کو دریافت کیا ہے۔ وہ دعوے سے زیادہ دلیل میں یقین رکھتے ہیں۔ تاریخی اور تقابلی مطالعہ تاریخ نے، سعید بھٹا کے یہاں پنجابی ادبیات کی عظمتِ گم گشتہ کا ایک خاص تصور پیدا کیا ہے اور یہی تصور ”کمال کہانی“ اور ”بار کہانی“ کے وجود میں آنے کا محرک ہے۔ سعید بھٹا تاریخ، ثقافت اور ادب کے ’اصلی و بنیادی سرچشمے‘ تک رسائی کو غیر معمولی اہمیت دیتے ہیں کہ ان کے نزدیک کسی بھی قوم کی ثقافتی عظمت کے تمام مظاہر کا علم اسی ’اصلی و بنیادی سرچشمے‘ میں مضمر ہوتا ہے۔ ثقافت و ادبیات کے مورخین کا عمومی رجحان یہ رہا ہے کہ وہ تحریری متن کو اصلی و بنیادی سرچشمہ قرار دیتے رہے ہیں۔ اس کے نتیجے میں ثقافت و ادبیات کی تاریخ کا نہایت اہم حصہ نظروں سے اوجھل رہا ہے۔ تاریخ کے اس تحریر اساس تصور نے، ثقافت اور ادبیات کی ادھوری اور بڑی حد تک مسخ شدہ تصویر پیش کی ہے۔ استعمار کاروں نے خصوصاً تحریر اساس تصور تاریخ کی مدد سے پنجاب سمیت مختلف خطوں کی حقیقت کے بعید اساطیری تصویریں پیش کی ہیں۔ سعید بھٹا تحریر اساس تصور تاریخ کو غلط نہیں ٹھہراتے، مگر اسے واحد اور اکمل تصویر تاریخ تسلیم کرنے سے بھی انکار کرتے ہیں۔ وہ لکھی ہوئی تاریخ کے ساتھ ساتھ نہ لکھی گئی اور نہ لکھی جاسکی تاریخ کو بھی یکساں اور بعض صورتوں میں زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔ گویا ان کی نظر میں تاریخ کی موجودگی جس قدر اہم ہے، اس سے کہیں اہم اور معنی خیز تاریخ کا غیاب ہے۔ وہ ہمارے ہاں زبانی تاریخ کی اہمیت اور کارکردگی باور کرانے والوں میں نقیبِ اوّل کا درجہ رکھتے ہیں۔۔۔ بہر کیف وہ زبانی تاریخ کو ثقافت و ادبیات کا ’اصلی و بنیادی سرچشمہ‘ ٹھہراتے ہیں اور اس تک رسائی کے کٹھن راستے پر چلتے ہیں۔ ”بار کہانی“ میں انھوں نے بار کے علاقے کی ان تاریخی اور ثقافتی کہانیوں کو جمع کیا ہے، جنہیں انھوں نے یہاں کے اصلی و قدیمی باشندوں کی زبانی سنا۔ ان کے نزدیک زبانی تاریخ کی تدوین و ترتیب میں ایک تکلون کا فرما ہوتی ہے: بیان کنندہ، سامع اور محقق۔ ان تینوں کا مقامی ہونا ضروری ہے۔ وگرنہ تاریخ نہیں، ”اساطیر“ وجود میں آئے گی۔

”بارکھانی“ میں سعید بھٹا بہ یک وقت مصنف، سامع اور محقق ہیں۔ ان کی یہ تینوں حیثیتیں غیر روایتی ہیں۔ یہ کہانیاں ان کی تخلیق نہیں، ان کی ان تھک تحقیق کا نتیجہ ہیں۔ وہ بار کے علاقہ کے مستند راویوں یا کہانی کاروں تک پہنچے؛ ان کی زبانی کہی گئی کہانیوں کو ٹیپ پر محفوظ کیا اور بعد ازاں انھیں تحریری صورت دی۔ انھوں نے ان مشکلات اور جاں گسل مراحل کا ذکر کتاب میں نہیں کیا، جو کہانی کاروں کی تلاش، ان تک رسائی سے لے کر، ان کی کہی گئی کہانیوں کو تحریری متن میں ڈھالنے کے دوران پیش آئے۔ یہ بجائے خود ایک دل چسپ کتھا ہوگی۔ (امید ہے وہ کسی وقت یہ ضرور لکھیں گے)

”بارکھانی“ ایک سے زائد متون کی بزم و رزم کا منظر نامہ پیش کرتی ہے۔ یہ فکشن، تاریخ اور ثقافت کے متون کے ٹکراؤ اور امتزاج سے عبارت ہے۔ سعید بھٹا ان کہانیوں کو تاریخی اور دسبی یعنی ثقافتی کہانیاں قرار دیتے ہیں، جن کا زمانہ سوھویں تا انیسویں صدی ہے۔ تاہم ساتھ یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ ان کے بیانیے میں لسانی سطح پر بیسویں صدی بھی شامل ہوگئی ہے۔ ان کہانیوں کا اصل سرچشمہ، بار کے ان داستان گوؤں کا تاریخی و ثقافتی تخیل ہے، جنھیں میرا سی کہا گیا ہے۔ یہ ایک عجیب پیراڈکس ہے کہ بار کے زمیندارانہ کلچر کے تاریخی و ثقافتی حافظے اور تخیل کا علم بردار وہ طبقہ ہے جو بار کی معاشرت میں حاشیے پر ہے۔ کیا یہ طبقہ ان کہانیوں کے ذریعے زمیندارانہ کلچر کے قلب اور مرکز تک رسائی میں کوشاں ہوتا ہے یا زمیندارانہ کلچر خود اپنے تاریخی و ثقافتی حافظے کو حاشیے پر رکھتا ہے یا پھر وہ اس حافظے کو ایک ایسی متاع خیال کرتا ہے، جس کی حفاظت کے لیے ایک پیشہ وارانہ مہارت درکار ہوتی ہے؟، میرا سی بہ ہر حال ایک ماہر داستان گو ہے اور اس کا داستانی تخیل اس علاقے کی ان تاریخی و ثقافتی حدود کا پابند ہے جو زمیندارانہ معاشرت نے کھینچی ہیں۔ راقم کا خیال ہے کہ ”بارکھانی“ پر قائم ہونے والے ڈسکورس میں یہ سوالات ضرور زیر بحث آئیں گے۔

”بارکھانی“ میں فکشن، تاریخ اور ثقافت سے پیدا ہونے والی بین المتونیت نے اسے خاص کتاب کا درجہ دیا ہے۔ تاریخ کے زاویے سے دیکھیں تو یہ کتاب، پنجاب کے بار کے علاقے کی ایک متوازی تاریخ نظر آتی ہے۔ اور اس متوازی تاریخ میں بیرونی حملہ آوروں کے

خلاف مزاحمت بیش از پیش موجود ہے، مثلاً سخی خان خواص میں۔ ثقافتی سیاق میں کتاب کا جائزہ لیں تو ان کہانیوں میں وہ تمام رسومیات اور اقدار جلوہ گر نظر آتی ہیں جن کے تانے بانے سے بار کی ثقافت وجود پذیر ہوئی ہے۔ اس ثقافت میں ”راٹھ“ ان اعلیٰ اقدار کی علامت ہے، جنہیں ایک زمیندارانہ ثقافت اپنی بہترین تخلیقی قوتوں کو بروئے کار لا کر تخلیق کر سکتی ہے۔ ”راٹھ“ پنجابی معاشرے کا خوشحال اور با اثر شخص ضرور ہے، مگر جاگیردار نہیں۔ اس کی شناخت ”اپنی عزت قائم رکھنے، دوسرے کی عزت کا احساس کرنے اور دروازے پر آنے والے مجرم کو معاف کر دینے“ جیسی سرگاہ صفت سے متعین ہوتی ہے۔ وہ اپنی اصل میں ایک بہادر اور اخلاقی کردار ہے۔ وہ اپنی مذکورہ صفات سے معاشرے میں اقتداری حیثیت حاصل کرتا ہے، مگر اخلاقی کردار کی بندشیں اسے اپنی طاقت کو استحصال کا ذریعہ بنانے کی اجازت نہیں دیتیں۔ شہادت خان لکھیرا، شاہ شہابیل اور اسالت گلوتر میں ”راٹھ“ مرکزی کردار ہے۔

سولھویں تا انیسویں صدی کی ان کہانیوں کی ایک خصوصیت تو ورطہ حیرت میں ڈالنے والی ہے۔ بیسویں صدی میں شروع ہونے والی تائینیت کی تحریکوں میں مرکزی نکتہ یہ رہا ہے کہ اس صدی کے پیشتر عورتوں کو کبھی ”انسانی خصوصیات“ کا حامل نہیں سمجھا گیا۔ ”انسانی خصوصیات“ کا تصور مردانہ خصوصیات کے طور پر کیا گیا ہے۔ بہادری، سخاوت، ذکاوت، معاملہ فہمی، ارادے کی آزادی اور اپنے بل پر فیصلہ کرنے کی صلاحیت ___ ان تمام خصوصیات کو مردانہ خصوصیات قرار دیا گیا ہے۔ اس تناظر میں جب ہم ”بارکھانی“ میں شامل غلام محمد چیمہ اور بیوی بھٹو کا مطالعہ کرتے ہیں تو اس حیرت سے دوچار ہوتے ہیں کہ ان میں عورتوں کے کردار (جن کا تعلق سولھویں سترھویں صدی سے ہے) ذکاوت، سخاوت، ارادے کی آزادی اور خود فیصلہ کرنے کی غیر معمولی صلاحیت کے حامل ہیں۔ بیوی بھٹو، بلا شبہ ایک یادگار کردار ہے جو اپنی بے مثال سخاوت سے اپنے شوہر کے کردار کی قلبِ ماہیت کرتا ہے۔ اور اہم بات یہ ہے کہ اس کردار میں کسی طرح کے ’رومانوی اساطیری‘ عناصر نہیں؛ یہ کردار تاریخی اور حقیقت پسندانہ صفات کا حامل ہے۔

”بارکھانی“ کے بیانیہ عناصر کچھ اس نوعیت کے ہیں کہ روایتی بیانات (Narratology) کی روشنی میں ان کے امتیاز کو پوری طرح نہیں جانچا جاسکتا۔ ”بارکھانی“ کا کہانی کار، بیان کنندہ، سامع، نقطہ نظر، بیانیہ عمل، وصف نگاری اور ڈسکورس اور کہانی، سب منفرد قسم کے ہیں، جنہیں پنجابی ثقافتی تخیل نے اپنے مخصوص تاریخی پس منظر میں تشکیل دیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ کہانیاں نہ تو داستانیں ہیں، نہ لیجنڈ، نہ ناویلا اور نہ افسانہ۔ یہ ایک الگ قسم کی کہانیاں ہیں جنہیں کسی دوسرے کلچر سے مستعار نہیں لیا گیا، انہیں کلچر نے خود اپنے بطن سے، اپنے کسی داخلی دباؤ کے تحت جنم دیا ہے۔ لہذا ان کی تفہیم کا حقیقی پیمانہ بھی دریافت ہونا ہے۔ راقم کا موقف یہ نہیں کہ فکشن کی تنقید کے رائج پیمانے ان کہانیوں کے تنقیدی مطالعے کے لیے بے کار ہیں، اصرار اس بات پر ہے کہ انہیں ”بارکھانی“ کے لیے موزوں تنقیدی پیراڈائم کی دریافت میں مددگار بنایا جاسکتا ہے۔ سعید بھٹانے ”کٹھی، سنہیرتے وسیب“ یعنی کہانی کار، سامع اور ثقافت کے عنوان سے ان کہانیوں کی تفہیم کی بنیاد رکھی ہے اور کئی خیال انگیز نکات ابھارے ہیں۔

راقم کو یہ کہنے میں کوئی باک نہیں کہ ”کمال کہانی“ اور ”بارکھانی“ کو جدید پنجابی ادبیات کی تاریخ کا ایک اہم موڑ اور واقعہ سمجھا جائے گا۔